آزر
تحقیق کے آئینہ میں
حضرت مفتی غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی
حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری
مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلۂ اشاعت نمبر ۶۲

بانی مجلس

مترجم کتب احادیث علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری مظہری رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ـــــ آزر تحقیق کے آئینہ میں

مصنفین ـــــ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی
مفتی اختر رضا خان ازہری

حسب فرمائش ـــــ محمد منصور حبیبی

ناشر ـــــ مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ) لاہور

ضخامت ـــــ ۳۲ صفحات

تعداد ـــــ ایک ہزار

اشاعت دوم ـــــ ۱۴۱۴ ہجری / فروری ۱۹۹۴ء

مطبع ـــــ

قیمت ـــــ دعائے خیر بحق اراکین و معاونین

نوٹ: بیرونی حضرات ۴/- روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ)

پریز الیکٹرک سٹور کوڑے چوک والٹن روڈ، لاہور چھاؤنی۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغمبرانِ علیہم السلام کا نسب نجاستِ کفر سے پاک ہے

آزر

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا

چچا یا باپ

حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی

حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ)

پرویز الیکٹرک سٹور ۔ کوڑے چوک ۔ والٹن روڈ

لاہور چھاؤنی، پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آزر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا نہ کہ والد

مفتی اعظم بہار اشرف شمس العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مجتبےٰ صاحب اشرفی دامت برکاتہم کا تحقیقی مقالہ

مبسملاً وحامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روئے زمین پر تشریف آوری کے تقریباً سوا تین ہزار سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے دورِ پرفتن میں ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔ خاتم الانبیاء حضور سیدنا ومولٰنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب مبارک تقریباً ۴۲ واسطوں سے ان تک پہونچتا ہے۔ اور وہ حضور کے اجداد میں شامل ہیں۔

(۲) حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے؟ اس سلسلہ میں مفسرین، مورخین، اصحاب سیر، نسابین اور اہل لغت کے اقوال نا مختلف ہیں۔ یہ عظیم اختلاف بلحاظ امتداد زمانہ وطول مدت ناگزیر بھی تھا بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بقول بعض مورخین نمرود کو بعض کاہنوں نے خبر دی تھی کہ ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو دین شاہی کا مخالف ہوگا بتوں کو توڑ دے گا۔ نمرود نے یہ سنکر لڑکوں کے قتل کرنے کا حکم عام دیدیا تھا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو آپ کی والدہ نے ایک غار میں جاکر وضع حمل کیا۔ اور اسی غار میں پرورش

پاتے رہے۔ آپ کی والدہ روزانہ وہاں جاکر دودھ پلایا کرتی تھی۔ آپ کی ولادت کا حال آپ کے والد سے پوشیدہ تھا۔ یا معلوم تھا لیکن نمرود کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جس قدر اور لڑکے ایک ماہ میں نشوونما پاتے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ جوانی کے قریب پہونچ گئے۔ اور اس کے بعد ہی اپنے باپ کے ساتھ شام کے وقت غار سے نکل کر آبادی میں تشریف لائے (مرآۃ الانساب)

ایسی صورت میں یہ ظاہر ہے کہ نمرود جیسا ظالم حکمران کے پُر آشوب دور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے نام بھی پوشیدہ رکھے گئے ہونگے اور عام لوگوں پر یہ ظاہر نہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کون تھے؟ جس طرح حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر ہوئی لیکن اُن کے والدین کے نام دورِ فرعون میں طویل مدت تک پوشیدہ رہے۔ اُن کی والدہ کے نام میں آج بھی شدید اختلاف موجود ہے۔

(۳) یہی وجہ ہے کہ بعض نے ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر بتادیا۔ بعض نے کہا مؤرخین و نسابین کے نزدیک اونکے والد تارخ تھے۔ بعض نے کہا کہ نسابین کا اجماع ہے کہ والد کا نام تارخ تھا۔ بعض نے کہا کہ کتاب الہی توراۃ میں والد کا نام تارخ ہے۔ بعض نے کہا کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اصلی نام تارخ ہو اور لقب آزر، یا اصلی نام آزر تھا اور تارخ لقب۔ بعض نے کہا آزر بت کا نام تھا۔ پجاری کو اوسی نام کے موسوم کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ آزر نہ تو باپ کا نام تھا، ورنہ بت کا نام بلکہ

آزر کا معنی کج رو، خطا کار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پجاری کو اس کی اہانت کے طور پر اس وصف سے خطاب کیا۔ بعض اصحاب تحقیق نے کہا کہ والد کا نام تارح یا تارخ تھا اور آزر چچا تھا نہ کہ والد ان اختلافات کا حاصل یہ ہے کہ والد کا نام تارح یا تارخ تھا۔ اور آزر یا تو اون کا ہی دوسرا نام تھا۔ یا دوسرا شخص ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

(۴) جب اختلاف اقوال کا یہ عالم ہے تو کوئی بھی پڑھا لکھا شخص کسی بھی ایک قول سے متعلق دو چار دس کتابوں کے حوالہ جات نقل کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہی قول راجح ہے یہی حق ہے۔ لیکن اہل فہم پر عیاں ہے کہ محض حوالہ جات نقل کر دینے کے بعد راجح بتا دینے سے اوس قول کا حق ہونا ثابت نہ ہوگا کیونکہ دوسرے قول پر بھی حوالہ جات مل جائیں گے۔ تو کیا سارے متضاد اقوال کو حق کہہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں یہ کوئی حکم فقہی عملی نہیں کہ مجتہدین کے اختلافات کے باوجود اپنے اپنے عمل کے لیے ہر ایک قول کو حق اور واجب العمل کہا جائے گا۔ بلکہ یہ تو ایک واقعہ کی تحقیق ہے کہ آزر چچا تھا یا والد؟ یہاں دو باتوں میں ایک ہی حق ہو سکتی ہے۔ دونوں باتوں کو حق نہیں کہا جا سکتا۔ الحاصل محض حوالہ جات کی نقل سے مدعیٰ ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ کثرت اقوال بھی بلا دلیل وجہ ترجیح نہیں ہاں نقل اقوال کے ساتھ اگر قوت دلیل بھی شامل ہے تو بلا شبہ وہی راجح اور حق ہے خواہ کثرت اقوال پر مشتمل ہو یا قلت اقوال پر۔

انبیاء سابقین اور امم سابقہ کے دور سے متعلق اختلافی واقعات کی تحقیق

کے لیے ہمارے پاس وحی الٰہی یعنی قرآن و حدیث سے بڑھ کر کوئی بھی معیار ترجیح و تحقیق نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہمارا یہ ایمانی فریضہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں تحقیق کریں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا یا والد؟ کثرتِ اقوال یا قلتِ اقوال کو معیار ترجیح نہ قرار دیں۔ کثرتِ اقوال کبھی ایک دوسرے کی تقلید پر مبنی ہوتی ہے جو لائق توجہ نہیں ہوتی۔ نہایت ہی سنجیدگی اور دیانت کے ساتھ غور کریں کہ حق اور راجح کیا ہے؟ ملاحظہ ہو

(۵) (الف) حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث صحیح میں ہے لَمْ یَزَلْ عَلٰی وَجْہِ الدَّھْرِ سَبْعَۃٌ مُسْلِمُوْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذٰلِکَ ھَلَکَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْھَا روئے زمین پر ہر زمانہ میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین و اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔ (اخرجہ عبدالرزاق وابن المنذر بسند صحیح علی شرط الشیخین اشمول الاسلام)

(ب) قرآن کریم میں ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ (بے شک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے) نیز خداوند قدوس کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ (بے شک کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ سارے جہان سے بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں ۝)

فائدہ:۔ حدیث پاک اور قرآن کریم کی دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر

زمانہ میں دونوں قسم کے لوگ رہے ہیں مؤمن ومسلمان جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفار ومشرکین سے بہتر اور خیر القرون وخیر البریہ میں سے ہیں۔ کافر ومشرک جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بدترین انسان اور شر القرون وشر البریہ میں سے ہیں۔ اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء واہمات (جن واسطوں سے آپ صلب آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتے ہوئے بطن حضرت آمنہ تک پہونچے) کس قسم کے انسانوں میں سے تھے۔ مسلمان، مومن وموحد خیر القرون وخیر البریہ میں سے تھے یا کافر ومشرک شر القرون وشر البریہ میں سے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

(ج) حضور سید عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ فِی الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ (ہر قرن وہر طبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا) رَوَاہُ البخاری فی صحیحہ وَالقاضی عیاض فی الشفاء، حضرت ملا علی القاری علیہ رحمۃ الباری اسی کی شرح میں فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِالْبَعْثِ تَقَلُّبُہٗ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِہٖ اَبًا فَاَبًا (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا خیر القرون میں مبعوث ہونے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا تمام آباء واجداد کے پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا مراد ہے)۔ **فائدہ**: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے سلسلۂ نسب میں صلب آدم علیہ السلام سے بطن حضرت آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا تک تمام آباء واہمات کے اصلاب کریمہ وارحام طاہرہ میں سے ہر ایک میں نورِ مصطفوی منتقل ہوا۔ ان میں کچھ تو

انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ اور باقی تمام آباء و امہات مومن و موحد اور خیر القرون و خیر البریہ میں سے تھے۔ آدم علیہ السلام سے حضرت آمنہ تک سلسلہ نسب میں ایسا کوئی نہیں ہے جس میں نور مصطفوی منتقل نہ ہوا ہو اور نہ سلسلہ نسب میں ایسا کوئی ہے جو کافر یا مشرک رہا ہو۔

یہی علمائے محققین کا مذہب ہے۔ الصاوی علی الجلالین جلد دوم میں ہے
قَالَہُ الْمُحَقِّقُوْنَ اَنَّ نَسَبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَحْفُوْظٌ مِّنَ الشِّرْکِ فَلَمْ یَسْجُدْ اَحَدٌ مِّنْ اٰبَائِہٖ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ اِلٰی اٰدَمَ لِصَنَمٍ قَطُّ وَبِذٰلِکَ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ (علمائے محققین نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب شرک سے محفوظ ہے، حضرت عبداللہ سے آدم علیہ السلام تک اُن کے آباء و اجداد میں سے کسی نے بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ یہی تفسیر کی ہے مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ میں۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا آیا۔ جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تفسیر تنویر المقباس میں اسی آیت کے تحت فرمایا وَیُقَالُ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِکَ الْاَوَّلِیْنَ (اور ساجدین کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ تیرے اون آباء و اجداد کے پشتوں میں جو گزر چکے ہیں)۔

(۶) مذکورہ بالا قرآنی آیات، احادیث شریفہ، اقوال مفسرین اور مذہب محققین کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں ایسا اِن

تک سوا حضور کے جس قدر آبار و امہات حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تک شامل ہیں سبھی مومن و موحد ہیں کوئی بھی کافر و مشرک نہیں۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد میں شامل ہیں تو قرآن و حدیث، اقوال مفسرین اور مذہب محققین کی روشنی میں یہ بھی واضح و ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد مومن و موحد تھے نہ کہ کافر و مشرک۔

(۷) آزر کا مشرک و بت پرست ہونا قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ اور یہ آیت کریمہ اِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ لِاَبِیْہِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِھَۃً اس کے مشرک و بت پرست ہونے پر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے۔ اور تارخ مومن و موحد تھے الصاوی علی الجلالین میں ہے وَتَارَخُ اَبُوْہُ مَاتَ فِی الْفَتْرَۃِ وَلَمْ یَثْبُتْ سُجُوْدُہٗ لِصَنَمٍ (ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ تھے۔ ان کا وصال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ کوئی نبی نہ تھے۔ اور یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی بت کو سجدہ کیا ہو) مذکورہ بالا قرآن و حدیث کی روشنی میں تارخ ہی کو والد قرار دینا راجح اور حق تحقیق ہے۔ چونکہ وہ مومن و موحد تھے۔ اور یہی محققین علماء کا مذہب بھی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ آزر کو والد قرار دینا درست نہیں کیونکہ مشرک و بت پرست تھا۔ الصاوی علی الجلالین میں ہے:

وَاَجَابَ بَعْضُھُمْ بِمَنْعِ اَنَّ اٰزَرَ اَبُوْہُ بَلْ کَانَ عَمَّہٗ وَکَانَ کَافِرًا (بعض لوگوں نے جواب دیا کہ آزر ان کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا اور کافر تھا۔ فی القاموس ایضًا اٰزَرُ اِسْمُ عَمِّ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمُ اَبِیْہِ تَارَخُ (حاشیہ تفسیر الجلالین) یعنی

قاموس میں یہ بھی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ اور اُن کے باپ کا نام تارخ ہے۔ **الحاصل** ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد تارخ تھے۔ اور آزر چچا تھا نہ کہ والد۔ اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ تارخ اور آزر الگ الگ دو شخصوں کے دو نام ہیں نہ کہ ایک شخص کے دو نام۔ کیونکہ ایک مومن و موحد تھے اور دوسرا کافر و مشرک۔

(ایک شبہ) ایک معاصر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نورِ مصطفوی انبیاءِ کرام کے اصلاب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو تولد فرمایا۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب اَلشِّفَا بِتَعرِیفِ حُقُوقِ المُصطَفٰی پر یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نقل فرمائی ہے فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَاَهبَطَنِی اللّٰهُ اِلَی الاَرضِ فِی صُلبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِی فِی صُلبِ نُوحٍ وَقَذَفَ بِی فِی صُلبِ اِبرَاهِیمَ ثُمَّ لَم یَزَل یَنقُلُنِی مِنَ الاَصلَابِ الکَرِیمَةِ وَالاَرحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰی اَخرَجَنِی مِن اَبَوَیَّ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں صرف انبیاءِ کرام کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نورِ مصطفوی صرف انبیاءِ کرام میں منتقل ہوا۔ والد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں منتقل نہ ہوا۔ لہٰذا اگر آزر کو والد قرار دیں اگرچہ وہ مشرک ہے کسی حدیث سے کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا۔

(ازالۂ شبہ) (الف) اس حدیث پاک میں صرف حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا ذکر ہے باقی دیگر انبیاءِ کرام جو حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب مبارک میں شامل ہیں اُن کا تذکرہ نہیں ہے مثلاً شیث علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں جبکہ بلاشبہ یہ بھی آباء و اجداد کرام میں شامل ہیں اور نورِ مصطفوی ان میں منتقل ہوا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام سے قبل امہات کے ارحامِ طاہرہ کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشادِ گرامی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ میرا نور صرف ان انبیاء کرام کے اصلاب کریمہ میں منتقل ہوا۔ باقی دوسرے آباء و اجداد اور امہات و جدات کے اصلاب کریمہ اور ارحامِ طاہرہ میں منتقل نہ ہوا۔ اگر ایسا ہو تو کوئی یہ بتائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کے بعد اور نوح علیہ السلام کی ولادت سے قبل اس درمیان میں نورِ محمدی عالمِ دنیا میں رہا یا عالمِ برزخ یا عالمِ بالا میں؟ اسی طرح نوح علیہ السلام کے وصال کے بعد اور ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے قبل نورِ مصطفوی کہاں رہا؟ دو ایک معتبر حوالہ ہی نقل کر دیں کہ عالمِ بالا میں یا عالمِ دنیا میں یا عالمِ برزخ میں یا کسی اور عالم میں رہا۔ وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ (ب) قرآن و حدیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر انبیاء میں نورِ مصطفوی منتقل نہ ہوا۔ مَن ادعی خلافہ فعلیہ البیان (ج) اس ارشادِ پاک کا مقصد صرف عظمت و شرافتِ نسب کا اظہار ہے جو چند جلیل القدر والمرتبت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تذکرہ سے حاصل ہے۔ (د) اَلْاَحَادِیْثُ بَعْضُھَا مُوْضِحَۃٌ لِبَعْضِھَا ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث سے

ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث بخاری شریف جو بعینہٖ اسی کتاب الشفاء میں بھی منقول ہے بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ فِی الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ۔ اس میں انبیائے کرام کی کوئی تخصیص نہیں۔ بلکہ یہ ہر قرن ہر زمانہ کے آباء و امہات انبیاء اور غیر انبیاء سب کو عام و شامل ہے۔ قَرْنًا فَقَرْنًا کے الفاظ میں اس بات کی تاکید ہے کہ ہر قرن ہر زمانہ میں تمام آباء و اجداد، امہات و جدات کے اصلاب کریمہ و ارحام طاہرہ میں نورِ مصطفوی منتقل ہوتا رہا۔ اس میں ابراہیم علیہ السلام سے قبل یا بعد کسی بھی اب وجد کی کوئی تخصیص نہیں۔ نہ عام غیر مخصوص منہ البعض کی تخصیص جائز ہے اور نہ ہی کسی مطلق کی تقیید جائز۔ لہٰذا یہ ثابت کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد میں بھی نورِ مصطفوی منتقل ہوا۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

(۸) بعض لوگوں نے قرآن مجید سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن میں لِاَبِیْہِ اٰزَرَ کہا گیا ہے۔ اب والد کو کہتے ہیں اس لیے قرآن میں صراحت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اب جس طرح والد کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح چچا کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے بلکہ پرورش کرنے والے پر بھی اب کا اطلاق ہوتا ہے۔ خود قرآن کریم نے قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا میں اسمٰعیل علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا ہے جبکہ وہ چچا تھے۔ اس لیے قرآن مجید کے الفاظ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ سے استدلال

کرنا کہ آزر باپ ہی تھا غلط و باطل ہے۔ چونکہ یہ لفظ باپ کے معنی پر قطعی الدلالۃ نہیں۔ وَاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (اور جب لفظ چند معانی کا محتمل ہو وہاں پر اپنے مدعی کی خاطر ایک معنی کو متعین کر کے استدلال کرنا باطل ہے۔ لِاَبِیْہِ آزَرَ میں اور بخاری شریف کتاب الانبیاء والی حدیث کے الفاظ اَبُوْہُ، اَبَاہُ اور اَبِیْ میں چچا ہی مراد ہے۔ کیونکہ مشرک ہونے کی وجہ سے آزر کو والد قرار دینا درست نہیں۔ چچا مراد ہونے کے لیے یہی قرینہ کافی ہے۔

ایک قاعدہ بے فائدہ: ایک معاصر نے یہ بیان کیا ہے کہ عربی میں اب کا لفظ جب مفرد استعمال ہوتا ہے تو ہمیشہ باپ کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں ایسا کوئی قاعدہ نہیں۔ یہ خود ساختہ قاعدہ ہے جو لائق توجہ نہیں۔ جس طرح ہمارے یہاں چچا کو بڑے ابا اور چھوٹے ابا عام طور پر کہا جاتا ہے اسی طرح عرب میں یہ عادت جاری و ساری تھی کہ لفظ اب چچا کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس میں جمع یا مفرد کی کوئی تفریق نہیں۔ الصاوی علی الجلالین میں ہے وَانما علی عادۃ العرب من تسمیہ العم ابا اھ (لابیہ آزر میں چچا ہونے کے باوجود لفظ اب سے تعبیر کی۔ اوس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چچا کو اب سے تعبیر کرنا عرب کی عادت بن چکی تھی)۔ الغرض قرآن و حدیث میں کہیں بھی ایسا نہیں ہے، جو آزر کے والد ہونے پر قطعی الدلالۃ ہو۔ محض احتمال لفظی کی بناء پر ایک کافر و مشرک کو ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی و رسول اور خلیل اللہ کا والد قرار دینا درست نہیں۔ فتاملوا و اعتبروا۔

تنبیہات باہرہ:- ہمارے ایسے معاصرین جو ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد اور خاتم الانبیاء حضور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جد امجد کو کافر و مشرک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اُن کا قلمدانِ تکفیر نہایت ہی بیباکی اور جسارت کا مظاہرہ کر رہا ہے وہ نہایت سنجیدگی سے مندرجہ ذیل چند مسائل پر غور فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ ان کا موقف کس درجہ خطرناک ہے۔ امید ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر کم سے کم سکوت اختیار کر لیں گے جو باعث نجات ہے۔

(۱) حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کسی مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔ (شرح الفقہ الاکبر للملا علی القاری ص۸۵)

(۲) مسئلہ تکفیر میں اگر ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو مفتی اور قاضی کے لیے اسی میں بہتری ہے کہ وہ ایمان والے احتمال پر عمل کرے کیونکہ ہزار کافر کو مومن کہنے میں خطا کرنے سے بھی بدتر ہے کہ ایک مسلمان کو کافر قرار دینے میں خطا کرے۔ (شرح الفقہ الاکبر للملا علی القاری ص۱۹۹)

(۳) حدیث شریف میں ہے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں ان الامام یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبۃ (جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو۔ بے شک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی شریف)

(۴) یہ ہم کو تسلیم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے ایمان کا مسئلہ قطعی و اجماعی نہیں ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کفر قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ اور اجماعی ہے؟ کیا دورِ ابراہیم علیہ السلام سے یا حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اس بات پر کوئی خبر متواتر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی تھا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ایک بھی خبر متواتر قطعی الدلالۃ پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ ایک حدیث صحیح و صریح پیش نہیں کر سکتے۔ جو صریح ہے وہ ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے وہ صریح نہیں۔ (شمول الاسلام)

ایسی صورت میں تو گناہِ کبیرہ کی نسبت کا بھی حق نہیں چہ جائیکہ کفر کی نسبت؟ یہ کیسی جسارت ہے کہ ایذاءِ رسول اعظم کے خطرہ سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو؟ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ اگر ایمان کا ثبوت فہم و ادراک قبول نہ کرے تو کم از کم سکوت ہی اختیار کرے۔ اسی میں نجات ہے۔ از خدا خواہیم توفیق ادب۔ آمین ثم آمین

وَصَلے اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہٖ محمدٍ وّ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

غلام مجتبیٰ اشرفی غفرلہٗ
صدر مفتی
دار العلوم دیوان شاہ، اشرف نگر، درگاہ روڈ
بھیونڈی، تھانہ
۱۱ ربیع الاوّل شریف ۱۴۰۰ھ روز پنجشنبہ

۷۸۶
۹۲

۱۰
۸۶ ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید۔ اسلامپورہ بھیونڈی میں ایک نمائش لگاتا ہے۔ اس نمائش کا ایک مضمون ـ (مکالمہ) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق درج تھا کہ آذر آپ کے والد جو کہ بت تراش تھے۔ کچھ سنیوں نے اس پر اعتراض کیا اور زید سے کہا کہ انہوں نے اپنے علمائے کرام سے سنا کہ تمام انبیاء کرام کے والدین ساجدین میں سے تھے۔ مگر زید نے ان کی بات نہیں مانی اور ثبوت کے طور پہ چار حوالے دیئے جو کہ زیروکس (ZEROX) کی شکل میں نیچے درج ہیں۔

۱۔ قیل کان اسم ابیہ (ای ابراھیم) تارخ فعرب فجعل آذر

راغب اصفہانی: المفردات فی غریب القرآن ۱۳

۲۔ قال ابن الجریر الطبری فی تفسیرہ قد یکون لہ (ای لآذر) اسمان کما لکثیر من الناس اویکون احدھما لقبا وھذا الذی قالہ جید قوی۔

تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۲ صہ ۱۵۱

۳۔ ابن حبیب البغدادی (متوفی ۲۴۵ ہجری کی کتاب المحبّر (طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۲ء) میں ہے:

تارح وھو آذر (صہ ۲)

یہ قول کہ آذر حضرت ابراہیم کے چچا تھے ضعیف ترین قول ہے۔

کلدانی زبان میں بڑے پجاری کے لیے آدار کا لفظ مستعمل تھا، یہ معرب ہو کر آزر بن گیا۔ اصل نام تارح تھا اور آزر عَلَم وصفی۔ قرآنِ کریم نے اسی عَلَم وصفی سے یاد کیا۔

۴۔ وھو (أی ابراھیم) ابن آزر واسمہ تارح۔

علامہ جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن جلد دوم صفحہ ۱۳۵

سوالات:۔

(۱) کیا زید گمراہ ہے؟ اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) کیا زید نے جو حوالے دئے ہیں وہ درست ہیں؟ اور اگر غلط ہیں تو صحیح کیا ہیں؟

(۳) آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے یا چچا؟

(۴) حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام کیا تھا، اور وہ کیا تھے؟

(۵) تمام انبیاءِ کرام کے والدین کے مذہب سے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟

جوابات مدلل و مفصل مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

منصور احمد حبیبی

۲۸، اسلام پورہ، بھیونڈی، تھانہ

نبیرۂ اعلیحضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند کا محققانہ جواب

الجواب

٨٦
٩٢

محققین علماء کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پرنور شفیع المذنبین سیدنا محمد صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام اکابر کرام و امہات کریمات سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ تک سب موحد تھے کوئی کافر نہ تھا اور آیت کریمہ اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ یعنی جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمہارے دورہ کو دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ای تقلبک من اصلاب طاھرۃ من اب بعد اب الی أن جعلک نبیا فکان نور النبوۃ ظاھرا فی ابائہ یعنی اللہ تعالے آپ کے پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہونا دیکھا ہے یہاں تک کہ حضور کو اللہ تعالے نے نبی بنا کر بھیجا تو نبوت کا نور آپ کے اباء کرام میں ظاہر تھا یہ تفسیر امام ابوالحسن ماوردی نے سیدنا عبداللہ بن عباس سے نقل فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف مسالک الحنفاء میں ان سے نقل فرما کر اسے مقرر رکھا اور اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی نے چند رسالے

تحریر فرمائے جن کا خلاصہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام تصنیف لطیف سیدنا اعلیحضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ میں ہے فلیرجع اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے ان کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام ہے جو کافر تھا یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرۂ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے چنانچہ اسی مسالک الحنفاء میں امام سیوطی فرماتے ہیں وھذا القول اعنی ان اٰزر لیس ابا ابراھیم ورد عن جماعۃ من السلف اخرج ابن ابی حاتم بسند ضعیف عن ابن عباس فی قولہ (واذ قال ابراھیم لابیہ اٰزر) قال ان ابا ابراھیم لم یکن اسمہ اٰزر وانما کان اسمہ تارخ یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ (واذ قال ابراھیم لابیہ اٰزر) کی تفسیر میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا ان کے باپ کا نام تارخ تھا اسی میں مجاہد سے ہے لیس اٰزر ابا ابراھیم آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا لیس اٰزر بابیہ انما ھو ابراھیم بن تیرح او تارح بن شاروخ بن ناحور بن فالخ اسی میں اسدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا انہ قیل لہ اسم ابی ابراھیم اٰزر فقال بل اسمہ تارح

یعنی اسدی سے کہا گیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے انھوں نے فرمایا
بلکہ ان کے والد کا نام تارح ہے اور اسی مسالک الحنفاء کی توجیہ باعتبار لغت
یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع و ذائع ہے اور اس کی نظیر
قرآن کریم میں موجود ہے قال تعالےٰ ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب
الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک واٰلہ
اٰباءک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب
علیہ السلام کی وفات کا وقت تھا جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا
میرے بعد تم کسے پوجو گے وہ بولے ہم آپ کے خدا اور آپ کے آباء کرام
ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق کے خدا کو پوجیں گے آیتِ کریمہ میں اسمٰعیل علیہ السلام
کو اب (باپ) فرمایا حالانکہ وہ چچا ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے ایک اثر
سے ثابت فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا جس کے لیے حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے دعاء مغفرت فرمائی تھی پھر جب آپ کو اس کا حال
روشن ہوا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے چنانچہ اسی مسالک الحنفاء میں ہے،
ویرشحہ ایضا ما اخرجہ ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح عن سلیمان
بن صرد قال لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتے
ان کانت العجوز لیجمع الحطب فلما ان ارادوا ان یلقوہ فی النار قال حسبی اللہ
ونعم الوکیل فلما القوہ قال اللہ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم فقال
عمہ ابراھیم من اجلی رفع عنہ فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار
فوقعت علی قدمہ فاحرقتہ فقد صرح فی ھذا الاثر بعم ابراھیم

وفیہ فائدۃ أخری و ھو انہ ھلک فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد أخبر اللہ سبحنہ فی القران بان ابراھیم ترک الاستغفار لہ لما تبین لہ أنہ عدو للہ ووردت الاثار بأن ذلک تبین لہ لما مات مشرکا وانہ لم یستغفر لہ بعد ذلک الی قولہ فاستغفر لوالدیہ وذلک بعد ھلاک عمہ بمدۃ طویلۃ فیسقط من ھذا أن الذکر فی القران بالکفر والتبری من الاستغفار لہ ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما الھمہ۔ خلاصہ عبارت یہ کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوئی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑیاں اکٹھا کرتی تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے حسبی اللہ ونعم الوکیل فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ نے حکم دیا کہ اسے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچالیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پیر پر پڑا تو اُسے جلا ڈالا تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے اور وہ یہ کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے دعاء مغفرت ترک فرمادی تھی جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا اور روایتوں میں آتا ہے کہ اس کا یہ حال ان کو اس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور انہوں نے اس کیلئے اس کے بعد دعاء مغفرت نہ کی اور اپنے چچا کی وفات کی طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے لیے دعاء مغفرت کی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لیے دعاء مغفرت سے تبری کا ذکر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ان کے پدر حقیقی نہ تھے وہی مفردات کی عبارت تو وہ قیل سے شروع ہے اور قیل سے قول ضعیف کو تعبیر کرتے ہیں اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے مگر غالباً ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے اور علی الاقل احتمال ہے اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں اور ابن کثیر کی عبارت جو یہاں تحریر ہوئی اس تفسیر ابن کثیر میں اس سے پہلے یوں تحریر فرمایا قال الضحاک عن ابن عباس أن ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر وانما كان اسمه تارخ رواه ابن ابی حاتم وقال ایضا حدثنا احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل حدثنا ابی حدثنا ابو عاصم شبیب حدثنا عکرمه عن ابن عباس فی قوله (واذ قال ابراهيم لابيه آزر) يعني يا آزر الصنم وابو ابراهيم اسمه تارخ وامه اسمها مثانی وامرأته اسمها سارة وام اسمعیل اسمها هاجر

وھی سریّۃ ابراھیم وھکذا قال غیرُ واحد من علماء النسب ان اسمہ تارخ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا انھوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا اور ضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ اور ماں کا نام مثانی اور بیوی کا نام سارہ اور آپ کی کنیز ام اسمٰعیل کا نام ہاجر ہے اور اسی طرح بہت سے علمار نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علمار کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہوگیا پھر خود اسی اتقان میں ہے وَلوالدی اسم ابیہ تارخ وقیل آزر وقیل یازر واسم ام مثانی وقیل نوفا وقیل لیوقا یعنی ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا اور کہا گیا ہے کہ یازر اور ماں کا نام مثانی اور کہا گیا کہ نوفا اور کہا گیا کہ لیوفا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ امام سیوطی کے نزدیک راجح و معتمد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا اسی لیے اسے مقدم کیا اور آزر کو قیل سے کہ مشعر ضعف ہے تعبیر کیا یہاں سے ظاہر کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔ زید کے حوالوں کا جواب ہمارے

اس فتوے سے ظاہر ہو گیا اور زید اگر دانستہ معاند ہیں نہ مرض قلب کا شکار تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک ہے اور خاطی ہے اور اس کے قول سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی طرف کفر کی نسبت لازم آتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام میں ہیں تو یہ بات حضور علیہ السلام کے لیے مظنۂ اذیت ہے اور ان کی اذیت عذاب علیم کی موجب ہے قال تعالٰے (ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ) اسی لیے علماء نے ابوین کریمین میں سے کسی ایک کی نسبت یہ کہنے کی ممانعت فرمائی کہ وہ جہنم میں ہیں اسی مسالک الحنفاء میں ہے قال السہیلی فی الروض الانف بعد ایرادہ حدیث مسلم ولیس لنا نحن ان نقول ذلک فی ابویہ صلے اللہ علیہ وسلم لقولہ لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات وقال تعالٰے (ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ) الایۃ وسئل القاضی ابوبکر بن العربی أحد أئمۃ المالکیۃ عن رجل قال إن ابا النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بان من قال ذلک فھو ملعون لقولہ تعالٰے (ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ) قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار۔ الخ لہٰذا اس بات سے احتراز ضرور جو حضور علیہ السلام کے لیے اذیت کا سبب ہو یہاں سے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء کرام کا حال معلوم ہوا اور وہ یہ کہ وہ سب کے سب موحد تھے ماشاء اللہ ان میں کوئی کافر نہ تھا اور دیگر انبیاء کرام کے والدین کے متعلق تصریح نظر سے نہ گزری اور ان کے مقام رفیع کے شایان کہ ان کا نسب نجاست کفر سے پاک ہو چنانچہ علامہ ابوالحسن ماوردی سے امام سیوطی ناقل لما کان انبیاء اللہ صفوۃ عبادہ و خیرۃ خلقہ لما کلفھم من القیام بحقہ والارشاد لخلقہ استخلصھم من اکرم العناصر واجتباھم بحکم الاواصر فلم یکن لنسبھم من قدح ولمنصبھم من جرح الخ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء کرام کا نسب بھی نجاست کفر سے پاک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہٗ
۱۳ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

(مہر)
فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری

قرآن میں کہیں بھی آزر کو والد نہیں کہا گیا

(چند سوالات اور ان کے جوابات)

سوال ۱۔ ایک معاصر اخبار نے حال ہی میں کسی گمنام شخص کی طرف سے ایک مقالہ شائع کیا ہے جس میں انہوں نے سات آیتوں کے حوالہ سے بتایا ہے کہ قرآن میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہا گیا ہے اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کے حوالوں سے آزر کا باپ ہونا ظاہر کیا ہے وہ آیات یہ ہیں ۱ سورۂ انعام آیت ۷۴، ۲ سورہ صٰفٰت آیت ۸۵ ۳ سورہ زخرف آیت ۲۶ ۴ سورۂ مریم آیت ۴۱ و ۴۲ ۵ سورہ شعرا آیت ۷۰، ۸۶ ۶ سورۂ ممتحنہ آیت ۴ ۷ سورۂ توبہ آیت ۱۱۴۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے شمول الاسلام میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا فرمایا ہے اور ترجمہ قرآن کنزالایمان میں باپ لکھا ہے یہ متضاد تحریریں کیسی؟ ترجمہ قرآن درست ہے یا ان کا فرمان؟

جواب ۱ (الف) لفظ والد اور لفظ اب دونوں عربی ہیں اور دونوں کا استعمال قرآن میں بکثرت ہے ملاحظہ ہو ووصینا الانسان بوالدیہ (سورہ لقمان و عنکبوت و احقاف) اشکرلی ولوالدیک (لقمان) برا بوالدیہ (مریم) انعمت علی وعلی والدی (عنکبوت و نمل) والذی قال لوالدیہ اف (احقاف) والوالدات یرضعن لاتضار والدۃ بولدھا (بقرہ) وبرا بوالدتی (مریم) علیک وعلی والدتک (مائدہ) واغفرلی ولوالدی (ابراہیم) وغیرہ والد۔ والدات والدین فلالدیہ والدیک۔ والدی۔ والدہ۔ والدات۔ والدتک والدتی وغیرہ الفاظ جہاں بھی قرآن میں آیا ہے صرف حقیقی ماں باپ کیلئے مستعمل ہوا ہے جن کے صلب اور بطن سے بلا واسطہ پیدا ہے جسے فقہی اصطلاح میں اصل قریب کہتے ہیں۔ چچا یا دادا یا دادی یا نانی کے معنی میں کہیں بھی مستعمل نہیں ہوا۔ اسی طرح لفظ اب کا استعمال بھی قرآن میں بکثرت ہوا ہے ملاحظہ ہو مثلاً ما کان محمد ابا احد (احزاب) ان لہ ابا شیخا (یوسف) فالقوہ علی وجہ ابی (یوسف) واغفر

لابی اشرا) یا ابت (یوسف ومریم وقصص وصفت) ماکان ابی امرأ سوء (مریم) یا ابانا مالک لا
تامنا (یوسف) وورثہ ابواہ فلامہ الثلث (نسا) کما اخرج ابویکم من الجنۃ (اعراف)
لاتنکحوا مانکح اباؤکم (نسا) وغیرہ صیغوں کے ساتھ سو سے زائد مقامات میں مستعمل ہوا ہے۔
کہیں حقیقی والد کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے فالقوہ علی وجہ ابی اور کہیں والد، دادا، پردادا
وغیرہ کے لیے جیسے لاتنکحوا مانکح ابائکم اور کہیں والد، دادا اور چچا کے لیے مستعمل ہوا ہے جیسے
نعبد الھک والہ ابائک ابراھیم واسمعیل واسحق الھا واحدا (بقرہ) اس میں
اسحاق علیہ السلام والد۔ ابراہیم علیہ السلام دادا اور اسماعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں ان سب
کو یعقوب علیہ السلام کے آبار میں شمار کیا گیا ہے۔

لہٰذا یہ سمجھنا کہ لفظ اب صرف والد ہی کے معنی میں مستعمل ہے نری جہالت ہے بلکہ چچا کے
معنی میں بھی عرب میں اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور قرآن میں بھی محاورہ عرب کے مطابق
ہی استعمال ہوا ہے (جیسا کہ صاوی علی الجلالین کے حوالے سے پہلے گزر چکا) اسی طرح لفظ ام کا استعمال
کہیں والدہ کے لیے ہوا ہے جیسے فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (نسا) اور کہیں والدہ، دادی، پردادی، نانی،
پرنانی وغیرہ کے لیے مستعمل ہوا ہے جیسے حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھَاتُکُمْ (نسا) اور کہیں دودھ پلانے والی
رضاعی ماں کے لیے جیسے وَاُمَّھَاتُکُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَکُمْ الحاصل والد اور والدہ کا استعمال صرف
حقیقی ماں باپ کے لیے ہے اور اب وام کا استعمال باپ، دادا، پردادا، ماں، دادی، نانی اور چچا
وغیرہ کیلئے آیا ہے (انتباہ) جس طرح عربی محاورہ میں لفظ اب کا استعمال والد، دادا اور چچا وغیرہ
کیلئے آتا ہے اسی طرح اردو زبان میں باپ اور ابا کا استعمال بھی والد اور چچا وغیرہ میں ہوتا ہے۔ یہ میرے
بڑے باپ یا بڑے ابا ہیں۔ یہ میرے چھوٹے باپ یا چھوٹے ابا ہیں عام طور پر بولا جاتا ہے جو بڑے
چچا اور چھوٹے چچا کے لیے مستعمل ہے اس سے وہی انکار کرے گا جو اردو محاورہ سے نابلد یا پھر تجاہل

عارفانہ کا شکار۔ لہٰذا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان میں لفظ باپ سے والد سمجھ لینا اور اس کو شمول الاسلام کے لفظ چچا کا متضاد تصور کرنا بھی اردو محاورہ سے جہالت پر مبنی ہے یا جان بوجھ کر محض دوسروں کو دھوکہ دینا اب رہ گئی یہ بات کہ قرآن کریم میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہا گیا ہے یا نہیں۔ تو پہلے ان آیت کریمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں پھر فیصلہ فرمائیں والد کا لفظ مستعمل ہوا ہے یا لفظ آب جو چچا کے معنی میں مستعمل ہے۔ (ب) سائل نے قرآن کریم کی جن آیات کا ذکر کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں (۱) اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً (سورہ انعام آیت ۷۴) اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے ابا آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو (ترجمہ)
(۲) اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (سورہ صفت آیت ۸۵) جب اس نے اپنے ابا اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو (ترجمہ) (۳) اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (سورہ زخرف آیت ۲۶) اور جب ابراہیم نے اپنے ابا اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے (ترجمہ) (۴) اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا (سورہ مریم آیت ۴۲) جب اس نے اپنے ابا سے فرمایا اے میرے ابا کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے (ترجمہ) (۵) اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ (سورہ شعراء آیت ۷۰) جب اس نے اپنے ابا اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو (ترجمہ) (۶) وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (سورہ شعراء آیت ۸۶) اور میرے ابا کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے (ترجمہ) یعنی میرے چچا آزر کو ایمان و توبہ کی توفیق عطا فرما جس سے وہ تیری بخشش کا مستحق ہو جائے (۷) اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (سورہ ممتحنہ آیت ۴) مگر ابراہیم کا اپنے ابا سے کہنا کہ ضرور تیری مغفرت چاہوں گا (ترجمہ) اس آیت میں آزر کیلئے وعدہ استغفار ہے (۸) وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (سورہ توبہ آیت ۱۱۴) ابراہیم کا اپنے ابا کی بخشش

چاہتا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا
دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے (ترجمہ) **تنبیہ** مذکورہ آیات میں کہیں بھی آزر کو والد نہیں کہا گیا ہے
بلکہ پورے قرآن میں کہیں بھی آزر کو والد نہیں کہا گیا ہے۔ ان آیتوں میں لفظ اَب سے ہی تعبیر آئی ہے جو
چچا کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور ان مقامات میں چچا ہی مراد ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن میں آزر کو ابراہیم
علیہ السلام کا والد کہا گیا ہے غلط ہے **سوال** وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (سورۂ شعراء آیت ۸۶)
آزر کیلئے ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا منقول ہے جس کی تعبیر لِاَبِیْ سے کی گئی ہے اور آزر ہی کیلئے دوسری
دعا یہ ہے وَاغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۂ ابراہیم آیت ۴۱) یہاں وَالِدَیَّ سے تعبیر ہے
لہٰذا یہ کہنا کہ آزر کو قرآن میں والد نہیں کہا گیا ہے کہاں تک درست ہے؟ لِوَالِدَیَّ سے کون مراد ہیں؟
جواب جو دعا سورہ شعراء کی آیت ۸۶ میں لِاَبِیْ کے لفظ کے ساتھ منقول ہے وہاں پر آزر مراد ہے
جو گمراہ تھا اور ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور سورہ ابراہیم کی آیت ۴۱ میں لِوَالِدَیَّ کے لفظ سے جو
دعا منقول ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والدین یعنی حقیقی والد تارخ اور سگی والدہ مثلی
بنت نمر مراد ہیں جو دونوں مومن و موحد ہیں۔ اس جواب کی تفصیل یوں ملاحظہ فرمائیں کہ (الف) سورہ
شعراء کی آیت ۸۶ میں آزر کے حق میں ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا منقول ہے وہ دعا ابراہیم علیہ السلام
نے آزر کی زندگی میں کی تھی تاکہ اس کو توبہ اور ہدایت ایمان نصیب ہو اور بعد ایمان مغفرت الٰہی کا
مستحق ہو لیکن جب ابراہیم علیہ السلام پر بذریعہ وحی الٰہی یہ بات واضح ہو گئی کہ آزر ایمان نہیں لائے
گا یا آزر کی موت پر ان کو یقین ہو گیا کہ اس کی موت کفر و شرک پر ہوئی اب ایمان و مغفرت کا کوئی امکان
ہی نہیں رہا تو یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اب اس کی مغفرت نہیں ہو سکتی وہ آزر سے متنفر و
بیزار ہو گئے اور اس کیلئے دعا مغفرت ترک فرما دی (سورہ توبہ آیت ۱۱۴) میں مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ
اِبْرٰهِیْمَ الآیۃ سے اسی بات کا تذکرہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے ایام جوانی میں آتشکدہ نمرود کے ذریعہ

آزر ہلاک ہو چکا تھا چونکہ آزر کفر پر مرا تھا اور کافر کیلئے دعائے مغفرت کفر ہے اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے پھر کبھی آزر کیلئے دعائے مغفرت نہیں فرمائی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ مسالک الحنفا میں ارشاد فرماتے ہیں ویرشحہ ایضاً ما اخرجہ ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح عن سلیمان بن صرد قال لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ان ارادوا ان یلقوہ فی النار قال حسبی اللہ ونعم الوکیل فلما القوہ قال اللہ یانار کونی برداً وسلما علی ابراھیم فقال عم ابراھیم من اجلی دفع عنک فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار فوقعت علی قدمہ فاحرقتہ فقد صرح فی ھذا الاثر بعم ابراھیم وفیہ فائدۃ اخری وھو انہ ھلک فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد اخبر اللہ سبحنہ فی القرآن بان ابراھیم ترک الاستغفار لہ لما تبین لہ انہ عدو للہ ووردت الآثار بان ذالک تبین لہ لما مات مشرکا وانہ لم یستغفر لہ بعد ذالک الی قولہ فاستغفر لوالدیہ وذلک بعد ھلاک عمہ بمدۃ طویلہ فیستنبط من ھذا ان الذکر فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار لہ ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما الھم ترجمہ عبارت یہ کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑی اکٹھا کرتی تھی تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے حسبی اللہ ونعم الوکیل فرمایا پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچا لیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ (چنگاری) بھیجا جو اس

کے پاؤں پر پڑا اور اُسے جلا ڈالا۔ اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آگئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس کے لیے دعائے مغفرت ترک فرما دی تھی جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا۔ اور روایتوں میں آیا ہے کہ اُس کا یہ حال اُن کو اُس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور انہوں نے اس کیلئے اُس کے بعد دعائے مغفرت نہ کی۔ اور اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کیلئے دعائے مغفرت کی۔ اور یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لیے دعا مغفرت سے تبری کا ذکر آیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا نہ اُن کے والد حقیقی (ترجمہ ختم ہوا)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی روایت سے یہ باتیں واضح ہوئیں کہ (۱) آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا (۲) آزر اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا (۳) ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے کفر ظاہر ہونے یا شرک پر مرنے کے بعد اُس کے لیے مغفرت کی دُعا نہ کی (۴) ایک طویل زمانہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والدین کے لیے دُعا مغفرت فرمائی۔ اور یہی وہ دُعا ہے جو سورۂ ابراہیم میں مذکور ہے۔ (ب) سورہ ابراہیم کی آیت ۴۱ میں جو دعا لفظ وَالِدَيَّ کے ساتھ منقول ہے یہ دعا آپ نے اپنے حقیقی والدین کے لیے بڑھاپے میں کی جبکہ حضرت اسماعیل و اسحاق علیہم السلام کی ولادت ہو چکی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو آپ کی عمر ۹۹ سال تھی۔ ان کے ۱۳ برس بعد ۱۱۲ سال کی عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے، اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور مومنین کے لیے دعا فرمائی۔ آیات قرآنی کا سیاق و سباق ملاحظہ ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۹ تا ۴۱) سب خوبیاں اللہ کو جس نے

مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق دیئے بیشک میرا رب سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ اے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا (ترجمہ) **فوائد** آزر کیلئے دعائے مغفرت آزر کی زندگی میں فرمائی جبکہ اُس کے ایمان کی امید تھی اور حقیقی والدین کیلئے بڑھاپے میں دعا فرمائی جبکہ آزر کا کفر متحقق ہو چکا تھا اور اُس سے متنفر ہو چکے تھے اور کافر کیلئے دعا ممنوع (۲) آزر کیلئے یہ لفظ مفرد لِأَبِي کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو چچا کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے نیز اس دعا میں صرف آزر شامل ہے کہ صیغہ مفرد ہے اور لِوَالِدَيَّ میں بصیغہ تثنیہ لفظ والدین کا استعمال ہے جو صرف حقیقی ماں باپ کیلئے ہے (۳) آزر کیلئے دعا کے ساتھ اسکی گمراہی کا بھی ذکر ہے بلکہ جہاں بھی لفظ اب سے آزر کا ذکر ہے وہاں اسکی گمراہی کا ذکر ہے اور لِوَالِدَيَّ کے بعد کفر یا گمراہی کا ذکر نہیں ہے الحاصل مذکورہ بالا دلائل قرآن اور آیات کے سیاق و سباق سے بات واضح ہو گئی کہ سورہ شعراء والی آیت میں دعا صرف آزر کیلئے تھی جو ان کا چچا تھا اور سورہ ابراہیم والی دعا اپنے حقیقی والدین تارخ اور مثلی کیلئے تھی جو مومن موحد تھے نہ کہ آزر کیلئے جو گمراہ و مشرک تھا **(سوال ۳)** یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا نہ کہ والد لیکن سوال یہ ہے کہ جب آزر چچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِعَمِّهِ آزَرَ کیوں نہیں فرمایا جبکہ قرآن میں لفظ عم بھی مستعمل ہوا ہے جو چچا کے معنی میں صریح ہے لِاَبِيْهِ آزَرَ کا لفظ کیوں استعمال فرمایا جبکہ یہ والد اور چچا دونوں معنی میں مستعمل ہونے کی وجہ سے چچا کے معنی میں صریح نہیں جبکہ خدا کو معلوم ہے کہ وہ چچا تھا اور چچا ہی رہا ہے **(جواب ۳)** (الف) جس طرح آجکل عام طور پر کسی بڑے آدمی کے لحاظ و پاس اور تالیف قلب کیلئے لفظ چچا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ قائل کیطرف پیار و محبت کی نظر ڈالے اسکی بات توجہ سے سنے اور اس پر سنجیدگی اور ہمدردی کے ساتھ غور کرے اور اہم امور میں اسکی سرپرستی بھی کرے اسی طرح بعض لوگ محض تالیف قلب کیلئے اپنے والد کے علاوہ غیر کو بھی ابا کہہ دیتے ہیں تاکہ ان کی طرف خصوصی توجہ قائم رہے ابا اور چچا کا لفظ اگر کسی بڑے کیلئے کوئی استعمال کرتا ہے تو اسکو نہایت ہی سنجیدہ اور مہذب قرار دیا جاتا ہے لفظ ابا میں تو چچا سے بھی زیادہ اظہار عظمت و محبت ہے بات سمجھ میں آ گئی تو آپ اب اس کو بھی نہایت ہی سنجیدگی سے سنئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ آزر بہت

بڑا پجاری اور بت پرست ہے ان کا قوم پر بڑا اثر ہے قوم کا سردار ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے دور کا چچا بھی تھا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کو یَا اَبَتِ (اے میرے ابا) کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے (سورۂ مریم آیت ۴۱ تا ۴۵ میں چار چار مقامات پر اسی لفظ سے خطاب کیا ہے) ملاحظہ ہو وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (۴۱) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا (۴۲) يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا (۴۳) يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۬ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا (۴۴) يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا (۴۵) اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کر بیشک وہ صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں دینے والا۔ جب اپنے ابا سے کہا اے میرے ابا کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے • اے میرے ابا بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہیں آیا تو تو میرے پیچھے چل میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں • اے میرے ابا شیطان کا بندہ نہ بن۔ بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے • اے میرے ابا میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب نہ پہنچے تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے • (ترجمہ) اس طرح کا تخاطب تالیف قلب کے طور پر محض اس امید پر تھا کہ اگر یہ ایمان لے آیا تو اس کے ساتھ ساری قوم بھی آسانی سے دعوت اسلام قبول کر لے گی۔ اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے ایمان اور مغفرت کے لیے دعا کا وعدہ بھی فرمایا اور بعد میں ان کے لیے بایں الفاظ دعا بھی فرمائی وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ (ب) چونکہ ابراہیم علیہ السلام آزر کو ہمیشہ یَا اَبَتِ (اے میرے ابا) سے خطاب فرماتے تھے اور ان کو بات چیت اور دعا میں لفظ اب سے ہی تعبیر کرتے تھے۔ اسی لیے خداوند کریم نے بھی بطور نقل و حکایت ابراہیم علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق ہی تعبیر فرمائی تاکہ ابراہیم علیہ السلام کا انداز تخاطب اور طرز تکلم کی نقل و حکایت مطابق واقع ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی آزر کو والد نہیں کہا نہ والد خطاب کیا چونکہ والد نہ تھا اسی لیے قرآن میں بھی کہیں اس کو والد قرار نہیں دیا گیا اسی طرح چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو چچا نہیں کہا تو قرآن میں بھی اس کو چچا نہیں کہا گیا بلکہ ابراہیم نے اس کو صرف اب کہا تو قرآن میں بھی صرف اب ہی سے ان کا تسمیہ کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ

آزر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا یا چچا کا؟

از قلم

صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی مدظلہ العالی

ناشر

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ)
پرویز الیکٹرک سٹور ○ کوڑے چوک ○ والٹن روڈ
لاہور چھاؤنی، پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

سوال: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا یا چچا کا؟

تشریح سوال: اگر یہ کہا جائے کہ آزر حضرت ابراہیم کے والد کا نام نہیں تھا تو یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا ــــ کیونکہ قرآن مجید میں صراحت ہے۔ "وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ" اور یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا" آیت مذکورہ میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "اب" کہا گیا ہے۔

اور اگر یہ قول کیا جائے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا تو قرآن مجید میں آزر کو "بتوں کا پجاری کہا گیا ہے" سورۂ انعام کی آیت ۷۴ میں ہے۔ "اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً" الآیۃ (اے آزر) تو بتوں کو معبود بناتا ہے میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔"

خلاصہ کلام: یہ ہوا کہ آزر کو والد تسلیم نہ کریں تو قرآن مجید میں اس کے برعکس اسے "اب" یعنی باپ کہا گیا ہے اور اگر والد مانیں تو قرآن کی رو سے وہ مشرک تھا۔

آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد بھی تسلیم کریں اور مشرک بھی تو یہ قباحت لازم آئے گی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شجرہ نسب شرک سے مبرا اور مصفا نہ رہے گا۔ کیونکہ سرکار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

جواب

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "اب" تو ضرور تھا مگر والد نہیں کیونکہ لفظ "اب" اور "والد" میں فرق ہے۔ "اب" کا لفظ عربی زبان میں والد، چچا اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن والد صرف حقیقی باپ ہی کو کہا جاتا ہے۔ کہ جس کی صلب سے وہ ہو۔

لفظِ "اب" کی تحقیق

"اب" کے معنی غذا دینے اور تربیت کرنے کے ہیں۔

مثلاً عرب کہتے ہیں "اَبَوْتُہٗ" "میں نے اس کو غذا دی"

"اَبَوْتُ الْقَوْمَ" "میں نے قوم کی تربیت کی"۔

"فُلَانٌ یَاْبُوْا الْیَتِیْمَ" "فلاں نے یتیم کی کفالت کی"

والد۔ چچا۔ دادا کو بھی "اب" کہنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے۔ بھتیجے پوتے کی تربیت۔ پرورش اور کفالت کرتے ہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ "رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ" "میرے چچا (عباس) کو میری طرف بھیجو"۔

یہ بات واضح رہے کہ باپ چچا وغیرہ چاہے اولاد کی ذرا بھی دیکھ بھال نہ کریں تو بھی ان کو "اب" کہا جائے گا۔ کیونکہ افراد مذکورہ کو "اب" فطرت کے اعتبار سے

کہا جاتا ہے۔ نہ افراد کے لحاظ سے یعنی یہ فطری تقاضا ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کریں۔
جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابُولہب کے بارے میں لفظ "اب"
ارشاد فرمایا حالانکہ ابُولہب نے حضور کی تربیت نہیں کی۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں۔ "اِنَّ
اَبِیْ وَ اَبَاکَ فِی النَّار" "میرا جاہلیت کا چچا ابُولہب اور تیرا باپ جہنم میں ہیں"۔
خلاصۂ کلام: یہ ہُوا کہ والد۔ چچا۔ دادا اولاد کی تربیت کریں یا نہ کریں انہیں
"اب" کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح اُردو زبان میں بھی باپ اور والد میں فرق ہے کہ
"باپ" والد۔ چچا۔ اعلیٰ مرتبہ بزرگ ہستی کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن "والد" صرف حقیقی
باپ کے لِئے ہی مستعمل ہے (فرہنگ آصفیہ اُردو لغت) اس "اب" کا ترجمہ باپ
ہے والد نہیں۔
توجہ فرمائیے: قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے "اب" (باپ)
سے کہا "تم بُتوں کی پُوجا کرتے ہو"۔ حالانکہ حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضرت ابراہیم
کی اولاد سے ہونیکے باوجود ارشاد فرمایا "میں تو ہمیشہ پاک صلبوں سے پاکیزہ رحموں میں
منتقل ہوتا رہا ہوں"۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے اس تعارض کو کس طرح دُور کیا جائے۔
اس بارے میں اتنا عرض ہے یہ اصُول ہے کہ جب قرآن وحدیث آپس میں بظاہر
ٹکرا رہے ہوں تو اُن میں مطابقت کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ دونوں کی عظمت
برقرار رہے۔ اور یہاں پر مطابقت کی صُورت یہ ہے کہ "اب" کے معنی چچا کے لئے جائیں۔
جس طرح امام رازی اور دیگر علماء نے فرمایا کہ آزر چچا ہی تھا والد نہیں۔ تو اس وقت معنی یہ ہوں
گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بُتوں کا پُجاری اپنے چچا کو کہا والد کو نہیں اور حضُور
کے فرمان کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کے والد مومن ہوتے کیونکہ وہ حضُور علیہ الصّلوٰۃ
والسّلام کے بھی جدِ امجد ہیں۔

"آزر قرآن کی روشنی میں"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو بہت سمجھایا کہ ہدایت کی راہ ہی راہِ نجات ہے۔ ایمان لے آؤ اور خُدا کی واحدانیت کا اقرار کرلو۔ چونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا اس لئے کُھلم کُھلا انکار مروّت کے خلاف سمجھا وہ اس بات کو ٹال جاتا کہ ہاں ٹھیک ہے میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ نے اُسے اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اور اس پر احسان فرماتے ہوئے یہ وعدہ بھی کر لیا کہ میں تیرے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔ بربنائے وعدہ اس لئے دُعائے مغفرت فرمائی۔ مگر جب اُس کا دشمن دین ہونا واضح ہو گیا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید میں اِس طرح ذکر کیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ (الانعام آیت: ۷۴)

"اور جب ابراہیم نے اپنے چچا آزر سے کہا۔ کیا تو بتوں کو الٰہ مانتا ہے؟ میں تجھے اور تیری قوم کو کُھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں"

"اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ" (الممتحنہ آیت: ۴)

"مگر ابراہیم کا اپنے چچا سے کہنا" میں تیرے لئے استغفار کروں گا"

"وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ" ۔ (الشعراء آیت: ۸۶)

"اے رب! تو میرے چچا کو بخش دے اس میں شک نہیں کہ وُہ گمراہوں میں سے تھا"

"وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ" (التوبہ آیت: ۱۱۴)

"ابراہیم کا اپنے چچا کے لئے استغفار محض اُس وعدے کی بنا پر تھا جو انہوں نے اُس سے کیا تھا" (کہ میں تیرے لئے دُعائے مغفرت کروں گا)

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (التوبہ آیت: ۱۱۴)

"پھر جب ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن تھا تو وہ اس سے بری الذمہ ہو گئے"

آیاتِ مذکورہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا آزر کو "اب" تو کہا گیا ہے مگر والد نہیں۔ چونکہ "اب" اور "باپ" دونوں کا اطلاق والد، چچا، دادا تمام پر ہوتا ہے۔ اس لئے "اب" کا ترجمہ باپ ہے والد نہیں۔ مگر یہاں "اب" سے مُراد چچا ہی ہے اس لئے ترجمہ اس کے مطابق کیا گیا۔ تاکہ مغالطہ نہ رہے اور کمزور فراست شخص کو سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے

آزر کو عمّ (چچا) کہہ کر خطاب کیوں نہ کیا گیا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ آزر کافر ہونے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرتا تھا اور اُس نے آپ کی خدمت و کفالت بھی کی اِس لئے لفظِ "اب" کو ذکر کیا گیا۔

کیونکہ خدمت و کفالت کے جو معنیٰ لفظِ "اب" سے مفہوم ہوتے ہیں وہ "عم" سے نہیں۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت

قرآن مجید کی آیت وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ میں اگر ابیہ پر اکتفا فرمایا جاتا تو بھی مفہوم واضح تھا لیکن اُس کے بعد متصلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کے نام کو ذکر فرما کر اس حکمت کا اظہار کیا کہ یہاں "اب" سے مُراد سیدنا ابراہیم کے حقیقی باپ "تارح" نہیں بلکہ آپ کا چچا آزر ہے۔ اور پسندیدہ قول بھی یہی ہے کہ آپ کے والد کا نام "تارح" اور "چچا" آزر تھا۔

والدینِ ابراہیم علیہ السلام اور قرآن مجید

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے :

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (ابراھیم - آیت: ۴۱)

"اے ہمارے رب تو مجھے میرے والدین اور تمام مؤمنین کو بخش دے"۔

آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کا ذکر ہوا صرف والد کا نہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں مؤمن تھے۔ والدین کا بالخصوص ذکر اس لیے کیا کہ آزر کے لیے جو لفظ "اب" وارد ہوا اس کا ازالہ ہو جائے کہ وہ چچا تھا۔ اور یہ والدین ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور مؤمنین کے درمیان اُن کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ وہ بھی مؤمن تھے کیونکہ نبی اور مؤمنین کے درمیان کافروں کا ذکر کیا حقیقت رکھتا ہے۔

سیّد ارشد سعید کاظمی

مدرس مدرسہ انوار العلوم - ملتان

۱۲ فروری ۱۹۹۰ء بروز پیر